شخصیات

محمد بلال

حیات امین احسن

(۱۰)

باب ۱۰

نسیان کا عارضہ

۱۹۷۱ء کے آخر میں امین احسن کو نسیان کی بیماری لاحق ہو گئی۔ بیماری کی شدت ایسی تھی کہ وہ اشیا اور افراد کی پہچان بھی نہ کر پاتے۔ لکھنے لکھانے کا کام بھی بند ہو گیا۔ ان کی تفسیر کی اہمیت سمجھنے والے لوگ اس کی تکمیل سے مایوس ہو گئے۔ عقیدت مندوں نے صحت کے لیے دعائیں کیں اور منتیں مانیں۔ امین احسن کے لیے یہ بہت مشکل زمانہ تھا۔ بھولنے کا عارضہ اس قدر شدید صورت اختیار کر چکا تھا کہ یہ بھی بھول جاتے تھے کہ یہ جو صاحب ملنے آئے ہیں، یہ کون ہیں۔ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان کی ساری یادداشت ہی نہ ختم ہو جائے اور انھوں نے اتنی محنت کر کے جو علم حاصل کیا ہے، وہ اس سے محروم ہی نہ ہو جائیں۔ اور بعض لوگ خط لکھا کرتے تھے کہ اللہ کرے کہ ہماری عمر آپ کو لگ جائے تاکہ آپ اپنا تفسیر کا کام کر سکیں۔ امین احسن کہا کرتے تھے کہ اگر میں مزید کام نہ بھی کر پایا تو اتنا کام ہو چکا ہے کہ جو نظم قرآن کو سامنے لے آئے۔

لاہور کے تمام اہم ڈاکٹروں سے علاج کرایا، مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ پھر کراچی کے نام ور دماغی معالج ڈاکٹر جمعہ سے علاج کرنا طے پایا۔ کراچی میں مقیم امین احسن کے ہم زلف چودھری اقبال صاحب نے علاج کرانے اور اپنے ہاں قیام کرنے کی پیش کش کی۔ ڈاکٹر جمعہ کی تشخیص کے مطابق بہت زیادہ دماغی محنت

نے دماغ کی شریانوں کو سخت کر دیا تھا، جس سے خون کی گردش میں دشواری ہوئی اور اسی سے نسیان کی کیفیت پیدا ہوئی۔

ڈاکٹر کے تجویز کردہ علاج سے چند ہفتوں میں افاقہ ہونا شروع گیا۔ الفاظ کی یادداشت بحال ہو گئی، جملوں میں ربط پیدا ہو گیا اور افراد کی پہچان لوٹ آئی۔ صحت پاتے ہی اپنے شاگرد خالد مسعود صاحب کو یاد کیا اور انھیں خط لکھوا کر صورت حال سے مطلع کیا۔ احباب کو اندیشہ تھا کہ بیماری سے علمی سرمایہ نہ بھول گئے ہوں۔ کراچی میں مقیم امین احسن کے دوست شیخ سلطان احمد صاحب نے ان سے درس کی فرمایش کی۔ سورۂ حدید کا درس ہوا۔ شیخ صاحب درس سن کر خوشی سے نہال ہو گئے۔ انھوں نے خالد مسعود صاحب کو یہ خوش خبری لکھ بھیجی کہ بیماری نے ان کے علم کو بالکل کوئی نقصان نہیں پہنچایا، درس حسب سابق بہت مدلل اور موثر تھا۔

مئی ۱۹۷۲ء میں امین احسن لاہور واپس آئے۔ اب وہ خاصے صحت مند ہو چکے تھے۔ خالد مسعود ملنے گئے تو انھوں نے کہا کہ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت عقل ہے۔ اسی کے باعث انسان اشرف المخلوقات ٹھیرا۔ اس بیماری میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ انسان اپنی جس صلاحیت پر ناز کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ پلک جھپکنے میں اس کو سلب کر سکتا ہے۔ میری بیماری نے میرے اوپر بعض حقائق منکشف کیے ہیں۔ اگر میں اس تجربے سے نہ گزرتا تو ان پر میرا یقین اتنا پختہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مثلاً یہ مسئلہ کھلا کہ قرآن پر گہری نظر سے وہ صحیح ایمان پیدا ہوتا ہے جو مصائب میں سہارا بنتا اور مشکلات میں پریشانی سے بچاتا ہے۔ اگر ایک آزمایش سے گزر کر آدمی کچھ ایسی باتیں سمجھ لے جو بڑھاپے میں سہارا دینے والی ہوں تو یہ قیمت کچھ زیادہ نہیں ہے۔

۹/ جون ۱۹۷۲ء کو امین احسن نے کئی ماہ بعد نماز جمعہ ادا کی۔ وہ اس پر بے حد مسرور تھے۔ کہنے لگے: اگرچہ مجھے یہ تسلی تھی کہ میں بیماری کے باعث نماز جمعہ کی حاضری سے محروم ہوں، لیکن مجھے اس حدیث کی وجہ سے وحشت ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص لگاتار جمعہ کی تین نمازوں میں حاضر نہ ہو تو اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ وہ یہودی ہو کر مرتا ہے یا نصرانی ہو کر۔ مجھے پریشانی یہ تھی کہ میں کئی ماہ گزر جانے کے باوجود اس پر قادر نہیں ہو رہا ہوں۔

جون میں امین احسن کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ کہنے لگے: اب میری صحت اچھی ہو رہی ہے، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کام کی کیا شکل ہو گی اور تفسیر کیسے لکھی جائے گی۔ خالد مسعود صاحب نے مشورہ دیا کہ آپ سورۂ کہف اور اس کے بعد کی سورتوں کو زیر مطالعہ رکھیں۔ حلقۂ تدبر قرآن کے ساتھی بھی انھیں پڑھتے رہا

کریں اور فی الحال ان کی مشکلات کے بارے میں آپ سے سوالات کریں۔ امین احسن نے اس مشورے پر عمل کیا اور علمی مجالس منعقد ہونے لگیں۔ ۳۰؍ جولائی سے امین احسن نے سورۂ کہف کا درس باقاعدہ دینا شروع کیا اور اس کے لیے ہفتے میں دو دن مخصوص کیے۔ چند ہفتوں بعد امین احسن نے محسوس کیا کہ اب وہ تفسیر لکھ سکتے ہیں، بشرطیکہ حلقے کے رفقا بھی اس کام میں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ خالد مسعود، غلام احمد اور محمود احمد لودھی صاحبان کی معاونت سے تفسیر کا کام پھر سے شروع ہو گیا۔